منشی رام......عبدالواحد کیسے بنا؟

ایک نومسلم کی ایمان افروز داستان

تحریر:
محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

ڈاکٹر عبدالواحد مرحوم، جماعت اہلحدیث فیصل آباد کی معروف شخصیت تھے۔ نیکی، دین داری، ورع وعفاف، تدین وتقویٰ، اخلاق و عادات کے لحاظ سے اسلاف کی نشانی تھے۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر اسلام مولانا احمد دین گکھڑویؒ کے تربیت یافتہ تھے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے فعال رکن رہے اور انہوں نے فیصل آباد میں اکابر علماء کے ساتھ مل کر دعوت وتبلیغ کے میدان میں بڑا کام کیا۔ کلمۂ حق کہنے میں بے باک اور دوسروں کی اصلاح میں سرگرم عمل رہتے۔ آپ **1940** کے لگ بھگ ہندو مذہب سے تائب ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ انہوں نے مسلمان ہوکر سچے دل سے اسلامی تعلیم کو اپنایا اور سختی سے اسلام پر کاربند رہے۔ اس راہ میں انہیں مصائب وآلام کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن وہ صبر واستقامت سے اپنے مشن پر ثابت قدم رہے۔ ان کے داخل اسلام ہونے سے واقعات اب تک پردہ اخفاء میں تھے۔ اس کا ایک بڑا سبب حضرت ڈاکٹر صاحب کا خلوص اور ریاونمود سے دامن کشا رہنا ہے۔ راقم کے پیہم اصرار پر وہ اپنے حالات زندگی دینے پر راضی ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک بوسیدہ سی پرانی کاپی میرے حوالے کی اور کچھ واقعات زبانی سنائے۔ میں نے ان کی اس تحریر کو صاف کرکے لکھا اور بعض جگہ مناسب اضافہ کیا۔ یہ **1995** کے موسم گرما کی بات ہے، اس وقت ڈاکٹر صاحب عمر عزیز کی بہت سی منزلیں عبور کرکے عالم پیری میں داخل ہوچکے تھے۔ انہوں نے کئی بار وعدہ فرمایا کہ وہ اپنے متعلق کچھ اور واقعات لکھوائیں گے۔ لیکن روز بروز ان کی صحت کمزور ہوتی گئی اور میں بھی ''غم روزگار'' کی مصروفیات میں ایسا الجھا کہ اس کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچاسکا۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب کے انہی واقعات کو غنیمت جانتے ہوئے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرر ہاہوں۔

وہ **1920** میں ملیاں والی ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے۔ آٹھویں کلاس تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ **1938** یا **1939** میں ایک لڑائی میں ملوث ہوکر جیل گئے۔ وہیں ان کے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہوئی اور **1940** میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔

24 جنوری **2004** کو ہفتہ کے روز انہوں نے نثار کالونی فیصل آباد میں وفات پائی اور اگلے روز آسودہ خاک ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خود نوشت حالات **1980** میں حج سے واپسی پر لکھے تھے۔ میں نے ان کے اسلوب کو جُوں کا تُوں رہنے دیا ہے کیونکہ اس تحریر کا حسن اسی طرح واضح ہوتا تھا۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی مغفرت کیلئے خصوصی دعا فرمائیں، ان جیسے نیک اور مستجاب الدعوات بزرگ خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آج سے تقریباً چالیس سال بیشتر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے مجھ جیسے گنہگار کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کی نورانیت سے منور فرمایا۔ پہلے اتنا طویل عرصہ تو میں ہچکچاتا رہا کہ جو نوازشات اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز پر فرمائی ہیں شاید ان کے اظہار کرنے سے میں ریاکاروں اور اپنی بڑائی کرنے والوں میں شمار نہ ہوجاؤں۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ توفیق بخشی ہے اور میرے دل میں خیال پیدا کیا ہے کہ میں اسلام میں داخل ہونے کے تمام واقعات اور نوازشات کو ظاہر کروں جوکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرمائی ہیں شاید کہ کوئی شخص پڑھ کر استفادہ کرے اور میرے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔ کوئی شخص اپنے اندر یہ کمال نہیں رکھتا، بجز اس کی مہربانی کے۔ مجھے اسلام ملا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ مجھے لڑائی کے معاملے میں جیل جانا پڑا۔ لڑائی میں حصہ لینے والے ہم دو شخص تھے۔ میری عمر اس وقت تقریباً انیس سال کے لگ بھگ تھی اور میرے ساتھی کی عمر اندازاً پچیس چھبیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ فریق مخالف کو سخت چوٹیں آئیں۔ دفعہ **307** تعزیرات ہند کے تحت پرچہ ہوگیا۔ یہ **1938** کی بات ہے اس وقت تمام ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی۔ جب میں پہلے دن جیل گیا اور پولیس مجھے لے گئی تو جیل کا دروازہ دیکھتے ہی میرے دل میں ایک خیال پیدا ہوا کہ دیکھ تو نے جرم کیا اور تو جیل میں چلا گیا۔ اب تیرے ساتھ نہ تیرے ماں باپ، نہ رشتے دار، نہ عزیز واقارب، کوئی نہیں آیا۔ قیامت کے دن بھی ایسا ہی ہوگا جس نے جو جرم کیا ہوگا وہ خود ہی اپنے کئے کی سزا بھگتے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی میرے دل کی کایا پلٹ دی۔ بجائے اس کے کہ میں ہندو مذہب ہوتے ہوئے ہندو مذہب کی کتابوں میں سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کیلئے کوئی وظیفہ کرتا، فوراً ہی میرا دل

اسلام کی طرف پلٹ گیا۔اب میں نہیں سمجھتا کہ میرا دل اتنی جلدی بغیر کسی تبلیغ اور بغیر کسی کتاب کے پڑھنے کے، بغیر کسی راہنمائی کے، بغیر کسی سوسائٹی کے، کیسے بدل گیا اور یہ بدلا بھی تو پھر خالص اسلام کی طرف۔ یہ عقدہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔اب بھی میں اگر دماغ دوڑاؤں تو میری عقل رسائی نہیں کرتی، نہ مجھے بغیر کسی سبب کے اتنی جلدی بدل جانا سمجھ میں آتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ آپ کیسے مسلمان ہوئے اور کیا خوبی دیکھ کر اسلام میں داخل ہوئے تو میرے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں کہ:الحمدللہ الذی ھدانا لھذاو ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ تو میرے اسلام میں داخل ہونے کا اصل سبب خالص اللہ کی مہربانی ہے اس کے سوا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔جیل میں غالباً پہلے ہی دن میں نے کسی قیدی سے وضو کرنا سیکھ لیا تھا جیسے بھی اسے آیا اس نے مجھے بتایا۔عام مجلسوں میں سنے سنائے لفظوں کے باعث میں کلمے کے الفاظ کو تو جانتا ہی تھا کیونکہ پاکستان بننے سے تقریباً آٹھ نو سال پہلے کا واقعہ ہے جب ہندو مسلمان، سکھ وغیرہ سب اکٹھے رہتے تھے، ہر ایک تقریباً ایک دوسرے کی باتوں کو اور کلمہ کو جانتا تھا اور میں نے بھی وہی سنا سنایا کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے اس کلمہ کو پڑھنے کی طرف راغب فرمایا۔ کیونکہ مجھے نہ تو اس کے فضائل کا ہی اتنا علم تھا اور نہ ہی مجھے اس کی اتنی اہمیت کسی نے بتائی تھی، جتنی کہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھائی۔ کلمہ طیبہ کا میری زبان پر جاری کر دینا اور مجھ میں اس کے پڑھنے کا خیال پیدا کر دینا یہ بھی میرے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین کا ہی احسان ہے میں ہر روز شام کو جیل کی کوٹھڑی میں بند ہونے سے پہلے وضو کر لیتا اور بیٹھ کر کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیتا، مجھے یہ کرتے جب تین دن ہوئے تو میرے اندر ایک لہر سی پیدا ہوگئی، جس سے میرا شوق اور بڑھ گیا۔ جب مجھے تقریباً چار ماہ پڑھتے ہوئے ہوگئے تو رات کو میں نیم سویا ہوا تھا یعنی جاگو میٹا، تو میں نے ایک کوٹھڑی میں ایک روشنی دیکھی، میں سمجھا کہ شاید کسی نے باہر سے بیٹری کی لائٹ ماری ہے۔ سردیوں کے دن تھے رات کا وقت تھا، جب میں سونے لگا اور کمبل منہ پر لیا تو میرے کمبل میں بھی روشنی، جب میں نے آنکھیں بند کیں تو بند کی ہوئی آنکھوں کے سامنے بھی روشنی۔ اب جب میں اندھیرے میں بیٹھا ہوتا تو میری آنکھوں کے سامنے نور کی شعائیں اٹھتی رہتیں۔ لیکن میں اس روشنی میں کوئی چیز نہیں دیکھ سکتا تھا اب یہ روشنی اور شعائیں مسلسل دکھائی دینے لگیں اور روز کا یہ معمول بن گیا۔ یہ اچنبھے کی چیز دیکھنے کی وجہ سے میرے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہوا۔ زمین پر چلتا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ جہاں قدم رکھتا ہوں زمین نیچے ہو جاتی ہے۔ یہ واقعات دیکھ کر میر۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ دراصل کلمہ طیبہ کی برکت کا ہی نتیجہ ہے کہ مجھے یہ نور دکھائی دیتا ہے اور زمین بھی احترام نرم ہو جاتی ہے۔ یہ وظیفہ میرا معمول بن چکا تھا۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، دن رات جتنی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا میں اسے متواتر پڑھتا رہتا۔ اب میرے اندر ایک اور چیز پیدا ہوگئی کہ اس کلمہ کے مسلسل وظیفہ کی وجہ سے میرے اندر ایک کرنٹ پیدا ہوا، کہ کلمہ شریف پڑھتے ہی اگر میں چند منٹ بھی غافل ہوتا تو فوراً جھٹکا لگا، بے اختیار زبان پر وظیفہ جاری ہو جاتا۔ اب ہمارے کیس کی تمام کارروائی مکمل ہونے کے بعد عدالت نے فیصلہ دے دیا، مجھے چار سال قید بامشقت ہوئی۔اب میں لاہور جیل میں قید کے دن گزارنے لگا۔ ادھر میرے گھر والوں نے لاہور ہائی کورٹ میں ایک وکیل کے ذریعے اپیل دائر کر دی اور میرے ساتھی نے رحم کی اپیل کی۔اب اپیلوں کی تاریخ نکلنے میں سات آٹھ مہینے گزر گئے۔ ہائی کورٹ سے پہلی تاریخ نکلی تو میرا وکیل ہائی کورٹ میں پہنچا تو ہائی کورٹ نے چند دن آگے کی تاریخ دے دی، اس کی بھی مجھے اطلاع آئی۔اب جو ہمارا وکیل دوسری تاریخ پر پہنچا تو عدالت نے اور تاریخ دے دی۔ اس کی بھی مجھے خط کے ذریعے اطلاع آئی کہ اور تاریخ پڑ گئی ہے۔اب جو تیسری تاریخ عدالت نے دی وہ آٹھ فروری 1938 تھی۔ یہ تمام واقعات اسلام لانے کے پیشتر کے ہیں۔اور بھی کئی واقعات اللہ پاک نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے بندے کے دل کو مطمئن کرنے اور اسلام میں داخل کرنے کیلئے پیش فرمائے۔ ورنہ اس سے پہلے جو میں دیکھ چکا ہوں صداقت اسلام کیلئے اتنا ہی کافی تھا:الحمدللہ الحمدللہ

اب جیل میں رہتے ہوئے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ یا باری تعالیٰ مجھے جیل سے باہر نہ نکالنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں باہر جا کر گھر والوں سے مل جل کر اس نعمت سے محروم نہ رہ جاؤں۔ جب بھی قید و بند کی صعوبتوں سے پریشان ہوتا تو یہ دعا بھی کرتا کہ یا باری تعالیٰ مجھے یہاں سے لے چل۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمتیں ہوتی ہیں۔اللہ تعالیٰ جسے ہدایت پر رکھنا چاہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔من یھدہ اللہ فلا مضل لہ۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔خواہ جیل کے اندر ہے یا باہر۔اب آگے کی سنیئے: اللہ پاک نے ایک اور عجوبہ پیش فرمایا۔ جسے نے میرے ایمان کو اور پختہ کر دیا۔ وہ یہ کہ میری اپیل کی تاریخ مورخہ 8 فروری 1938 ہائی کورٹ نے دی اور میرے بری ہونے کے آرڈر 7 فروری کو آ گئے۔اب بری ہو کر میں اپنے ماموں جان جو کہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں ہی رہتے تھے کے پاس گیا تو وہ بجائے خوش ہونے کے ڈر گئے، کہنے لگے کیا تو جیل سے دوڑ کر تو نہیں آ گیا۔ہم تو ابھی وکیل کے پاس سے آئے ہیں کہ تاریخ کل ہے 8 فروری۔کل ہائی کورٹ کی

عدالت میں جانا ہے۔ میں نے ماموں جان کو تسلی دی کہ میں تو جیل سے آیا ہوں، جیسے کہ بری شدہ قانونی تقاضوں کے مطابق رہا کیا جاتا ہے۔ پھر ان کی سانس میں سانس آئی۔

میری والدہ صاحبہ پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر تھیں انہوں نے کل آٹھ فروری کو عدالت کا فیصلہ سننے کیلئے لاہور آنا تھا۔ مجھے ماموں جان نے فرمایا کہ ابھی رات کے گیارہ بجے گاڑی جاتی ہے۔ اس پر سوار ہو کر رات کو ہی گھر پہنچ جانا کہ تمہاری والدہ پریشان یہاں پہنچے گی اسے اطلاع دے دو۔ اب میں لاہور سے گاڑی پر سوار ہوا اور آدھی رات کے بعد گھر پہنچا۔ کیونکہ والد صاحب فوت ہو چکے تھے اور سارا بوجھ والدہ صاحبہ پر تھا۔ جیسے میں نے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا اور والدہ صاحبہ کو آواز دی تو وہ ڈر گئیں، دروازہ ہی نہ کھولا، پھر مجھ سے نام پوچھا، میں نے اپنا نام بتایا انہوں نے پوری تسلی کرنے کے بعد دروازہ کھولا۔ کہنے لگیں تاریخ تو کل تھی تو آج کیسے آ گیا۔ پھر میں نے انہیں بتایا اور تسلی دی، اس واقعہ کی تہہ میں جو بات میرے لئے ایمان کی تقویت کا باعث بنی وہ یہ تھی کہ اگر ایک بندے کا وکیل عدالت میں پیش ہو جائے اور بحث وتمحیص کے بعد عدالت بری کر دے تو یہ اس بندے کیلئے اتنی ایمان افروز بات نہیں، جتنی کہ یہ ہے کہ وکیل گھر میں بیٹھا ہوا اور عدالت نے تاریخ بھی آٹھ دی ہو اور عدالت بھی عام عدالت نہ ہو۔ عدالت بھی ہائی کورٹ کی ہو اور وکالتی بحث پر نظر ثانی بھی نہ ہو اور پھر اسے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے ہی بری کر دیا جائے یہ ایک انہونی اور مثالی بات ہو گی اور اس بندے کیلئے ایمان میں اضافہ کا باعث بنے گی۔ اور پھر ہوا بھی اسی طرح، الحمدللہ

جب میں نے ہر طرف سے سنا کہ تاریخ تو کل تھی، آج کیسے آ گیا تو فوراً ہی میرے دل میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے یہ واقعہ پیش فرما کر اسے میرے لئے ایمان میں مزید اضافہ کا باعث بنایا۔ میں نے کہا کہ اگر میں ہائی کورٹ کو دی ہوئی تاریخ پر بری ہو جاتا تو یہ عجوبہ بات نہ تھی۔ میرے مولیٰ نے یہ ثابت کیا ہے کہ میرا بندہ یہ خیال نہ کرے کہ میں پیسوں سے چھوٹا ہوں، میں وکیل کی قابلیت سے بری ہوا ہوں، میں نے اپنے رشتے داروں کی کوشش سے جیل سے نجات پائی۔ نہیں! بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی خاص مہربانی سے بری فرمایا اور ثابت کر دیا کہ جو میں کرنا چاہتا ہوں اور جب چاہتا ہوں تو وہاں پیسے کی ضرورت ہے، نہ وکیل کی ضرورت، نہ رشتے داروں کی کوشش کی ضرورت، نہ بری ہونے کیلئے عدالت کی مقررہ تاریخ کی ضرورت۔ "جب میں کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔"

میرے بھائیو اور دوستو کیا یہ عجب نہیں؟ اس واقعہ نے میرے ایمان کو بہت تقویت پہنچائی۔ میرا جو دوسرا ساتھی تھا جسے پانچ سال سزا ملی تھی اس کی اپیل نامنظور ہوئی اور وہ پوری سزا بھگت کر رہا ہوا۔

اب آگے سنیئے ایک دفعہ میں کہیں سے آ رہا تھا مجھے شہد کی مکھیوں نے دو جگہ کاٹا، میں نے کلمہ کی برکت آزمانے کیلئے ایک جگہ تو کلمہ پڑھ کر دم کر دیا اور اپنی لب لگا دی۔ جس پر دم کیا اور لب لگائی اس پر سوزش نہ ہوئی اور جس پر دم نہ کیا نہ لب لگائی وہاں سوزش ہو گئی۔ یہ واقعہ میرے لئے کلمہ کی تاثیر اور یقین کے اضافہ کا سبب بنا۔ اور واقعہ سنیئے ایک دفعہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر گھر کو آ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سنا ہے نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مکہ مکرمہ کے کافروں کو معلوم ہوا کہ آپ مدینہ کی طرف جا رہے ہیں تو انہوں نے مشورہ کر کے سراقہ بن مالک کو تیز رَو گھوڑے پر سوار کروا کر معاذ اللہ آپ ﷺ کو پکڑنے کیلئے روانہ کیا۔ جب نبی کریم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا کہ پیچھے گھوڑ سوار گھوڑا دوڑائے آ رہا ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ گھبرا گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **لا تخف ان اللہ معنا**۔ مت خوف کھا، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ وہ کافر ابھی قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا گھوڑا زمین کے اندر دھنسا دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ کیسے ہوا؟ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرا گھوڑا ابھی زمین کے اندر دھنس گیا۔ میں حیران رہ گیا مگر اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے کہ **ان اللہ علی کل شیء قدیر**۔ وہ دھنسا کیسے؟ جس پگڈنڈی پر میں گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا اس پگڈنڈی کے کچھ راستے کے بیچ کیڑوں کی بہت بڑی بل تھی اور ساتھ والی زمین میں تازہ پانی لگا ہوا تھا وہ پانی اس بلمیں پڑتا رہا وہ بل بڑی گہری تھی، جب بل میں پانی پڑا تو مٹی بہت ہی نرم ہو گئی اب جونہی گھوڑا وہاں سے گزرا تو وزن کی وجہ سے زمین میں دھنس گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ گھوڑا آرام سے بھی گزر سکتا تھا اور بغیر دھنسے بھی گزر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے گنہگار بندے کو واقعہ کی صداقت کی اس طرح تصدیق فرما دی کہ میرے لئے یہ ایمان اور اسلام کی صداقت کا باعث بنا۔

ایک اور واقعہ سنیئے: ایک دفعہ میری والدہ صاحبہ کو داڑھ میں درد ہوئی۔ والدہ نے کچھ سیاہ مرچیں دیں اور کہا کہ فلاں گھر کوئی پیر صاحب آئے ہوئے ہیں ان سے دم کرا لا تا کہ میری داڑھ کو آرام آئے۔ اب جو میں وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ پیر صاحب تو وہاں سے چلے گئے ہیں۔ جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو مجھے ایسے ہی خیال آ گیا کہ میں جو **لا الہ الا اللہ** کا وظیفہ کرتا ہوں تو میں خود کیوں نہ دم کر دوں شاید کہ اللہ آرام دے۔ میں نے چند مرتبہ کلمہ مبارک پڑھ کر دم کر دیا اور والدہ صاحبہ کو جا کر مرچیں دے دیں۔ والدہ صاحبہ نے جونہی ان میں سے ایک مرچ منہ میں رکھی اللہ تعالیٰ

نے ان کو آرام دے دیا۔ جب میں نے سنا کہ والدہ صاحبہ کو آرام آ گیا ہے تو میرا دل بہت خوش ہو گیا۔ میری والدہ صاحبہ نے وہ مرچیں کئی سال اپنے پاس رکھیں جب وہ تھوڑی رہ جاتیں ان میں اور ملا لیتیں۔ اللہ پاک ان کو ان سے آرام دے دیتا۔

اللہ تعالیٰ کے انعام کا ایک اور واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ قبل ازیں میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جیل کے اندر نور کا انعام عطا فرمایا۔ الحمدللہ وہ نور آہستہ آہستہ اس قدر بڑھ گیا کہ میرے لئے رات کو سونا مشکل ہو گیا۔ حتیٰ کہ میں ادھر ادھر سر مارتا تھا کہ کسی طرح یہ روشنی میری آنکھوں سے دور ہو تا کہ مجھے نیند آئے۔ آخر تھک تھکا کر مجھے نیند آ جاتی لیکن روشنی دور نہ ہوتی۔

آدھی رات کو جگایا جانا

اللہ تعالیٰ کی ایک اور مہربانی بھی سنائے دیتا ہوں کہ رات کو جب میں سوتا تو آدھی رات کے بعد یعنی دو تین بجے مجھے اٹھا دیا جاتا۔ ہوتا یہ کہ میں چارپائی پر سویا پڑا ہوں، اگر تو آدھی رات سے پہلے مجھے جاگ آ جاتی تو مجھے کچھ حرکت نہ ہوتی۔ آدھی رات کے بعد جب میرے اٹھنے کا وقت ہوتا تو میرے سارے جسم کو ہلایا جاتا، سردی کا موسم ہوتا، یک لخت رضائی سے نکلنا بھی مشکل۔ کبھی ذرا دیر کرتا تو دوبارہ پھر جسم ہلنا شروع ہو جاتا۔ آخر میں اٹھ بیٹھتا، مجھے اس طرح اٹھائے جانے میں بڑا لطف آتا کبھی کبھی اپنے مولیٰ سے پیار کی صورت میں ایسا بھی کرتا کہ مجھے اٹھانے والا اٹھاتا یعنی جسم کو ہلاتا، لیکن میں جان بوجھ کر ”گھیس“ مار جاتا اور دل میں کہتا کہ ابھی اٹھا ہوں۔ سہ بار پھر میرے جسم کو ہلایا جاتا، تین دفعہ سے میں آگے نہ بڑھتا، آخر اٹھتا، اٹھ کر وضو کرتا اور بیٹھ کر ورد یعنی کلمہ شریف لا الہ الا اللہ وغیرہ پڑھنا شروع کر دیتا۔ اندھیرا ہوتا فوراً ہی آنکھوں کے سامنے وہ نور اور روشنی آ جاتی۔ پڑھتا بھی رہتا اور روشنی سے لطف اندوز بھی ہو لیتا۔

اسی کلمہ طیبہ کی ایک اور صفت میں بتاؤں کہ اس کے اندر بہت بڑا نشہ ہے اور اتنا لطف ہے کہ سب لذتیں بھول جاتی ہیں۔ اس نشہ کی حالت میں کسی سے کلام کرتے وقت بڑا زور لگانا پڑتا ہے اور اس نشہ کا اثر کافی دیر تک رہتا ہے۔ یہ سب واقعات اسلام لانے کے بیشتر کے ہیں۔

ایک دفعہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنی مردمی طاقت کو بالکل ختم کر لوں اور ایسی دوائیں استعمال کروں کہ جس سے مجھے عورت اور شادی کی خواہش نہ رہے۔ آپ خود سوچیں جو شخص پے در پے اللہ تعالیٰ کے انعامات سے بہرہ ور ہوتا ہے کیا اس کو چین آ سکتا ہے۔ جب تک وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں۔ مجھے ہر وقت یہ خدشہ لاحق رہتا ہے کہ خدانخواستہ کہیں میں والدین کے گھر میں فوت نہ ہو جاؤں۔ پھر یہ مجھے اپنے رسم و رواج کے مطابق آگ میں ڈال کر جلا دیں گے جیسے کہ ہندو کرتے ہیں۔ دعائیں کرتا رہتا کہ یا باری تعالیٰ کوئی ایسا سبب پیدا کر، کہ میں ظاہری طور پر بھی کلمہ پڑھ لوں اور ان سے علیحدہ ہو جاؤں۔ اگر میں کسی مسلمان کو کہتا کہ مجھے کہیں لے جا کر مسلمان کر دو تو وہ ہمارے گھر والوں سے ڈرتا۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا تھا کیونکہ میں سب سے چھوٹا تھا میرے بڑے بھائی علیحدہ تھے۔ میری ابھی شادی نہیں ہوئی تھی، مجھے اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ تو خود ہی ہمت کر۔

ایک دن میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں نے اپنے گورو کے پاس جانا ہے مجھے اجازت دیجئے۔ ہندوؤں اور سکھوں کے جو بزرگ ہوتے ہیں وہ ان کو گورو کہتے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں انہیں کہوں کہ میں نے مسلمان ہونا ہے تو یہ کبھی بھی برداشت نہیں کریں گی۔ اور میرے ساتھ بہت سختی کریں گی۔ اسی لئے میں نے گورو کے پاس جانے کی اجازت چاہی تا کہ میں کہیں دور دراز کسی اور علاقہ میں جا کر مسلمان ہو جاؤں تا کہ میرے رشتہ داروں کو پتہ نہ چلے۔ اس وقت ہماری رہائش لاہور قلعہ گوجر سنگھ میں تھی۔ آخر والدہ نے تین چار دن کیلئے مجھے گورو کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔

ضلع جھنگ کے علاقہ میں جا کر مسلمان ہو گیا۔ ایک مولوی صاحب نے صبح کلمہ شہادت پڑھایا الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ۔ باطنی طور پر تو میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے پہلے مسلمان ہو چکا تھا، اب ظاہری طور پر بھی مسلمان ہو گیا۔ میرا نام رکھنے کی باری آئی، کئی نام انہوں نے تجویز کئے تب میں تو بات نہ کرتا تھا کیونکہ اجنبیت تھی معاملہ بھی انوکھا تھا مختلف مشورے ہوتے رہے۔ جو چند آدمی وہاں تھے، مولوی صاحب سے مشورہ کرتے رہے۔ میرے دل میں بھی ایک نام تھا۔ الحمدللہ اسی نام پر آ کر سب کا اتفاق ہو گیا۔ اتفاق سے وہی میرے ذہن میں تھا۔ مجھے اس سے بھی بہت خوشی ہوئی۔ مجھے آنے جانے اور واپسی میں دس بارہ دن لگ گئے۔ والدہ بڑی پریشان ہوئیں کہ تین چار دن کا وعدہ کیا تھا، دس بارہ دن ہو گئے ہیں۔ گورو کے پاس جانے کو کہہ گیا ہے یہ بھی نہیں بتایا کہ کس جگہ جانا ہے۔

آخر دس بارہ دن کے بعد گھر پہنچا۔ جہاں میں مسلمان ہوا تھا وہاں مولوی صاحب سے میں نے پوچھا کہ اب میں کھانے کا کیا کروں۔ پہلے تو ان کے ساتھ رہتا تھا، گھر سے ہی کھاتا پیتا تھا۔ اب الحمدللہ مکمل طور پر مسلمان ہو چکا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ اب تم اپنے گھر کا کھانا نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ اب تم مسلمان ہو چکے ہو اور وہ غیر مسلم ہیں اب تمہارا اور ان کا کوئی تعلق نہیں رہا۔ ہاں ان کے برتنوں کو دھو کر پاک صاف کر کے اپنے ہاتھ سے ان برتنوں میں کھانا پکا سکتے ہو۔

میں نے سوچا، ابھی گھر تو میں نے جانا ہی

جانا ہے۔ اس کا کیا حل ہو کہ میں گھر کا کھانا نہ کھاؤں۔ آخر قدرت کی طرف سے میرے ذہن میں تجویز آئی کہ میں گھر جا کر اپنی والدہ اور ماموں وغیرہ کو کہوں کہ میرے گورو نے حکم فرمایا کہ بارہ سال تک تو نے اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر کھانی ہے۔ سوچا کہ پتہ نہیں کب تک میں گھر میں رہوں گا۔ سال چھ مہینے بتائے تو شاید میں جلدی گھر سے علیحدہ نہ ہو سکوں۔ پھر وہ مجھے مجبور کر دیں گے کہ اب کھانا کھاؤ۔ یا اتنا بتاؤں کہ گزرتے گزرتے بھی کچھ وقت لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی اور سبیل پیدا کر دے گا۔ میں اس تجویز پر پکا ہو گیا۔ اب جو میں گھر پہنچا سب کو بڑی خوشی ہوئی۔ رات کا وقت تھا گھر میں روٹی تیار نہ تھی، فوراً ہی ماموں جان نے بازار سے دودھ منگوا لیا۔ اب وہ مجھے کہیں کہ دودھ پیئو، میں کہوں کہ میرے گورو نے منع کیا ہے کہ بارہ سال تک کسی کے ہاتھ کی کوئی چیز نہیں کھانا۔ انہوں نے مجھے بہت مجبور کیا لیکن الحمدللہ میں نہ مانا۔ پہلا مرحلہ تھا الحمدللہ میں کامیاب ہو گیا۔ سب نے کہا کہ ایسا کون سا گورو ہے کہ جس نے کہا ہے کہ والدہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی کوئی چیز نہ کھانا۔ ہمارے اتنے بڑے بڑے بزرگ ہوئے ہیں کبھی کسی نے والدہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز سے نہیں روکا، وہ کون سا بزرگ ہے، بتاؤ تو سہی؟ میں نے کہا میرا گورو نرالا ہی ہے۔

رات گزری صبح ہوئی تو میں نے والدہ صاحبہ کو کہا کہ مجھے برتن دیجئے کہ میں آپ کے برتن پاک صاف کر کے اپنا کھانا پکاؤں۔ والدہ نے چار و ناچار برتن دے دیئے۔ اب جو میں کھانا پکانے لگا تو صبح بڑی پریشانی سی ہوئی۔ پہلے آٹا گوندھا، پھر پھونکیں مار مار کر آگ جلائی، جلدی آگ نہ جلے۔ ادھر ممانی اور دوسری عورتیں مذاق کریں کہ خوب ہاتھ پاؤں کالے ہوئے ہیں اور آگ جلا رہے ہیں۔ آخر یہ کب تک کرے گا تھک ہار کر چھوڑ دے گا۔ انہیں یہ پتہ نہ تھا کہ جس ہستی سے اس کا تعلق جڑ چکا ہے اس کیلئے تو ہر قسم کی قربانی کو یہ سعادت سمجھے گا۔ مجھے وہ بھگت سمجھتے تھے۔ سنسکرت زبان میں بھگت کہتے ہیں اکثر عبادت کرنے والے کو۔ مجھے زیادہ کہتے بھی نہ تھے۔

والدہ صاحبہ پریشان ہونا شروع ہو گئیں، گھر میں دو افراد، ماں علیحدہ پکائے، بیٹا علیحدہ پکائے۔ اب والدہ کو روٹی کھانا نہ سوجھے، ہر وقت روتی رہے کہ میرا بیٹا میرے ہاتھ کی روٹی نہیں کھاتا۔ کچھ دن اسی طرح گزرے تو والدہ کے رونے کی وجہ سے میری طبیعت بھی پریشان ہونا شروع ہو گئی۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ گھر سے روٹی کھا کر والدہ کو خوش کروں آخر کار دعا کی کہ یا باری تعالیٰ مجھے علیحدہ جگہ دے تاکہ نہ والدہ کے پاس رہوں اور نہ وہ اتنی پریشان ہوں۔

ایک دن ماموں جان سے میں نے کہا کہ آپ مجھے دکان لے دیں تاکہ میں اپنے خرچ اور اخراجات کیلئے کام بھی کروں اور وہیں اپنی روٹی بھی پکاؤں تاکہ والدہ کی پریشانی دور ہو۔ الحمدللہ انہوں نے میری تجویز کو مان لیا اور مجھے بازار میں گھر سے ذرا فاصلے پر دکان لے دی۔ اب میں وہیں دکان میں رہتا، وہیں پکاتا کھاتا۔ وہ انگریز کا زمانہ تھا، ہندو بڑے سرمایہ دار تھے۔ اکثر بڑے بڑے کارخانے ملیں دکانیں ہندوؤں کی تھیں۔ دکان تو علیحدہ لے لی، کھانا بھی اپنا پکاتا، کھاتا لیکن ڈرتے ہوئے اسلام کا اظہار نہ کرتا۔ سات آٹھ مہینے اسی طرح گزر گئے، ہندوؤں کی ایک رسم تھی کہ ان کے ساتھ کوئی مسلمان لگ جائے تو وہ کھانے یا پینے کا برتن جسے مسلمان چھو چکا ہو، نہ تو اس میں کھاتے، نہ پانی پیتے بلکہ پھینک دیتے۔ اگر کوئی پیتل، تانبے کا برتن ہوتا اسے وہ مٹی یا آگ میں ڈال کر پاک صاف کرتے اور پھر استعمال کر لیتے۔ جبکہ مٹی کے برتن کو پھینک کر توڑ دیتے۔

اب ظاہری طور پر مجھے بھی یہ طریقہ اختیار کرنا پڑا۔ میں اپنے گھڑے میں پانی لینے جاتا، اگر کوئی مسلمان میرے ساتھ چھو جاتا تو میں بھی وہ گھڑا پانی کا وہیں پھینک کر توڑ دیتا کیونکہ میرے آس پاس کے دکاندار سبھی ہندو تھے اور سب مجھے بھگت سمجھتے تھے۔ دل سے تو میں مسلمانوں سے نفرت نہیں کرتا تھا کیونکہ نفرت کا اب سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن ظاہراً دوری کرنی پڑتی۔ رات کو دو تین بجے صبح اٹھنے کا وہی طریقہ تھا۔ گرمیاں، سردیاں وہی معمول تھا کبھی شیطان مجھے سردی کی وجہ سے روکتا تو میں الحمدللہ اپنے دل کو سمجھانے کیلئے اپنے ہی دل میں دو سوال پیدا کرتا اور اپنے آپ کو مخاطب کرتا اور کہتا کہ اگر تو شیطان کا بندہ ہے تو سویا رہ اور رضائی سے چمٹا رہ اور اگر رحمٰن کا بندہ ہے تو اٹھ بیٹھ۔ اب شیطان کا بندہ بننے کو کون پسند کرتا یہ کہتا ہوا کہ میں تو رحمٰن کا بندہ ہوں فوراً رضائی کو پرے پھینکتا اور الحمدللہ اٹھ بیٹھتا، اٹھ کر وضو کرتا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کر دیتا۔ نماز تو مجھے آتی نہ تھی کیونکہ نہ میں ڈرتے ہوئے کسی کے پاس جاتا اور نہ مجھے کوئی سمجھاتا۔ آخر کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ایک مسجد کا سبب پیدا فرما دیا۔ اب مجھے قرآن شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوا میں صبح فجر کی نماز کے بعد مولوی صاحب کے پاس چلا جاتا اور کچھ سبق لے آتا۔ اس طرح کچھ دن گزر گئے۔ مولوی صاحب کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ نو مسلم ہے۔ ابھی تک یہ ڈرتا ہوا گھر میں محصور ہے۔ میری دوکان سے گزرتے تو مجھے السلام علیکم کہتے، مجھے بڑی شرم آتی۔ ہمسایوں کی وجہ سے کہ یہ کیا کہتے ہوں گے پھر میں نے مولوی صاحب کو اپنا راز بتایا کہ آپ میری دکان سے گزرتے وقت مجھے السلام علیکم نہ کہا کریں۔

اب میری والدہ ہر وقت روتی رہتی کہ میرا بیٹا میرے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کیوں نہیں کھاتا۔ جہاں جہاں عمر رسیدہ بزرگ تھے سمجھانے کیلئے

آتے، میں ٹال مٹول کر دیتا، آخر انہوں نے مجھے مجبور کر ہی لیا۔ اب میں نے اپنی والدہ کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھانا شروع کر دی۔ والدہ بڑے اہتمام سے خوب اچھی طرح گھی لگا کر پراٹھا پکا کر دیتی لیکن وہ مجھے زہر لگتے، کھانے کو دل نہ چاہتا۔ آخر مجبور ہر کر کھا لیتا کیونکہ پیٹ میں تو کچھ ڈالنا ہی ہوتا ہے۔

جب دو تین دن اسی طرح گزرے تو میری طبیعت بہت پریشان ہوگئی۔ آخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا باری تعالیٰ مجھے یہاں سے نکال دے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مہربانی سے سبیل پیدا کر دی۔ وہ یوں کہ جن کے پاس میں قرآن شریف پڑھا کرتا تھا ان کا اسم گرامی مولانا عبداللہ تھا۔ یہ میرے اسلام کی نعمت عظمیٰ سے مستفیض ہونے کے بعد میرے پہلے استاد ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی ہر پریشانی سے محفوظ رکھے۔ اوران کا خاتمہ اسلام پر فرمائے، آمین

انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ میں تمہیں مولانا داؤد غزنویؒ کے پاس مسجد چینیاں والی لاہور چھوڑ آتا ہوں۔ میں نے منظور کر لیا، وہ مجھے وہاں چھوڑ آئے۔ مسجد میں مدرسہ بھی قائم تھا اور بیرونی بچے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ باقاعدہ ابتداء سے لیکر بخاری شریف تک تعلیم کا سلسلہ تھا اور بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کیلئے قاری صاحب کا بندوبست بھی تھا۔ محترم قاری صاحب جن کا اسم گرامی قاری فضل کریم صاحب تھا جو کہ سبعہ قرأت کے قاری تھے۔ یعنی سات قرأت سے قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے اور لکھنؤ کے سند یافتہ تھے۔

الحمدللہ قرآن شریف پڑھنے کا ان سے شرف حاصل ہوا۔ قاعدہ سے لیکر والناس تک عرصہ پانچ ماہ میں الحمدللہ قرآن شریف ختم کر لیا اور اس کے ساتھ ساتھ فارسی، عربی تعلیم اور نماز، نماز کا ترجمہ اور کچھ قرآن پاک کا ترجمہ وغیرہ بھی پڑھا۔

جب امتحان ہوا تو ساری جماعت میں سے اللہ تعالیٰ نے اول آنے کی سعادت بخشی اور مسجد کی انجمن نے انعامات سے نوازا۔ مجھے مسلمان ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن پاک کے نوارنی کتاب ہونے کی بشارت فرمائی۔

واقعہ یہ ہے کہ الحمدللہ میں صبح آدھی رات کے بعد اٹھتا اور حسب معمول وضو کر کے قریب ہی ایک مسجد تھی۔ وہاں جا کر لا الہ الا اللہ کا ذکر جاری رکھتا اور نمازیوں کے آنے سے تھوڑی دیر پہلے میں وہاں سے اٹھ آتا تاکہ کسی نمازی کو میرا پتہ نہ چل جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ میرے رشتہ داروں کو بتا دیں جو مجھے ماریں یا تنگ کریں۔ جب میں مسجد سے اٹھتا تو سیدھا نسبت روڈ لاہور پر عبدالکریم ر، ٹ سے باہر وہاں ایک گراؤنڈ تھی سورج نکلنے تک وہاں ذکر کرتا رہتا مجھے سوائے کلمہ طیبہ کے اور کچھ نہیں آتا تھا، چنانچہ وہی پڑھتا۔

میں ایک دن واپس گھر کو آ رہا تھا کہ مجھے راستہ میں ایک شخص کچھ کتابیں اٹھائے ہوئے ملا۔ میں سمجھا کہ اس کے پاس قران شریف ہے۔ اب میرا ان کا ٹکراؤ ایسی جگہ ہوا کہ جاں اس نے مغرب کی طرف جانا تھا اور میں نے مشرق کی طرف۔ میں چونکہ یہ خیال کرتا تھا کہ اس کے پاس قرآن شریف ہے اور قرآن شریف کی طرف میری پیٹھ نہ ہو۔ گلی کے رستہ کا وہ حصہ جو کہ میرے مشرق کی طرف سیدھا جانے سے قران مجید کو پیٹھ ہو سکتی تھی میں ٹیڑھا ہو کر چلتا تاکہ سیدھا چلنے سے قران شریف کی طرف پیٹھ نہ ہو، جو کہ ادباً، اخلاقاً میں ایمان کا حصہ سمجھتا ہوں۔

اتفاق سے تین دن ایسا ہی ہوا وہ جب بھی گلی میں آتا، میں بھی تقریباً وہیں پہنچ جاتا۔ میں حسب معمول اسی طرح ٹیڑھا چلتا اور اس کی طرف کمر نہ کرتا، تاکہ احترام اور ادب میں فرق نہ آئے اور میں گنہگار نہ ہو جاؤں۔ جب تین دن ایسا ہی ہوا تو تیسری رات میں سویا ہوا تھا کہ آدھی رات کے قریب میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے قرآن شریف کا ایک ورق آیا ہے اور اس ورق سے ہر حرف اٹھتا ہے اور نور کا شعلہ بن جاتا ہے۔ اس طرح سارے حروف اٹھے اور نور کا بہت بڑا شعلہ بن گئے اور میرے چہرے سے ہو کر واپس چلے گئے۔ میری آنکھ کھل گئی اور میں بہت ہی خوش ہوا۔ وہ اللہ کا نور دیکھنا، اس کے اندر جو نور ہے وہ اصل میں کتاب وسنت کا ہے۔ اس قران مجید کا ہر حالت میں احترام کرنا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی ادب و احترام نہیں کہ نہ تو اس کی طرف پاؤں کرو اور نہ ہی پیٹھ کرو۔ جب اٹھاؤ تو ادب سے جب رکھو تو بڑے ہی ادب سے۔ اصل ادب اس کا با ترجمہ پڑھنے، غور کرنے اور پھر عمل کرنے میں ہے۔

اب میں نے مسجد میں رہنا شروع کر دیا۔ دن رات وہیں رہتا اور ڈرتا بھی رہتا کہ کوئی میرا رشتہ دار دیکھ نہ لے اور میرا راز فاش نہ ہو جائے میری والدہ، ماموں اور میرے رشتہ دار لاہور ہی میں تھے اور مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد چینیاں والی، ڈبی بازار کے قریب کوچہ چابک سواراں لاہور میں تھی۔ میں تو مسجد چینیاں والی آ گیا، ادھر میری والدہ صاحبہ کو بیٹے کے کہیں چلے جانے کی وجہ سے سخت صدمہ ہوا۔ ماموں بڑے پریشان ہوئے دیگر رشتہ دار بھی پریشان ہوئے۔ اب جہاں میری واقفیت تھی اور میرے دوست یا جہاں انہیں شبہ تھا وہاں وہاں وہ گئے۔ بڑا تلاش کیا بڑے پریشان ہوئے، والدہ ہر وقت پریشان رہتی اور اکثر روتی رہتی۔

آپ کو معلوم ہے کہ جس ماں کا بیٹا اور خدمت گزار بھی وہی اکیلا ہو وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جائے تو اس ماں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ صدمے سے ماں ہر وقت تڑپتی رہتی۔ آخر ایک دن آیا کہ

انہیں پتہ چل ہی گیا۔ قدرت نے اس میں بھی بہتری رکھی ہوئی تھی۔ کیونکہ قدرت کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے خواہ ہماری ناقص عقل وہاں تک رسائی کرے یا نہ کرسکے۔

ہوا ایسے کہ مولانا سید داؤد غزنویؒ کے پیچھے کسی شخص نے آ کر جمعہ پڑھا۔ وہ شخص ایسا تھا جو میرے ماموں کا دوست بنا ہوا تھا۔ پتہ تو اکثر ملنے والوں کو چل گیا کہ ان کا بھانجا کہیں گم ہوگیا ہے وہ مجھے جانتا بھی تھا۔ اس نے مجھے وہاں جمعہ پڑھتے دیکھا تو جب وہ جمعہ پڑھ کر واپس قلعہ گوجر سنگھ گیا، اس نے جا کر میرے ماموں کو بتادیا کہ تمہارا بھانجا میں نے وہاں دیکھا ہے تو انہیں پورا پتہ دے دیا۔ اب اگلے جمعہ میری والدہ اور ماموں مسجد چینیانوالی گئے۔ مسجد کے اس وقت دو دروازے تھے۔ ایک دروازے کے باہر ماموں بیٹھ گئے اور دوسرے کے سامنے والدہ صاحبہ بیٹھ گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ یہ جب جمعہ پڑھ کر باہر نکلے گا اور جس دروازے سے بھی نکلے گا ہم اس کو پکڑ لیں گے۔ میں باہر نہ نکلا کیونکہ میں تو مسجد میں ہی رہتا تھا۔ اب میرے اسلام لانے کے بعد پہلے امتحان کا وقت آ گیا۔ کوئی شخص ادنیٰ سے امتحان میں بھی کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مہربانی اس کے شامل حال نہ ہو۔ میں دوسرے لڑکوں کے ہمراہ مسجد کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ جب سب لوگ چلے گئے تو میری والدہ صاحبہ اور ماموں جان اندر آ گئے اور میرے پاس آ کر کھڑے ہوگئے۔ اب میں نے جب اوپر دھیان کیا تو میرے ہوش اڑ گئے۔ میں نے دوڑنے کی کوشش کی لیکن میری والدہ نے فوراً ہی مجھے پکڑ لیا اور اتنا مضبوطی سے پکڑا کہ میں نے بڑا زور لگایا مگر والدہ نے میرا ہاتھ نہ چھوڑا۔ اگر میرا ہاتھ چھوٹ جاتا تو میں نے پنجاب میں نہیں رہنا تھا کسی دور دراز علاقے دہلی وغیرہ چلا جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی اس میں حکمت تھی۔ میں جوان، والدہ بوڑھی، ایک جھٹکا سے میرا ہاتھ چھوٹ بھی سکتا تھا اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ آخر میں زور لگا کر تھک ہار کر بیٹھ گیا اب والدہ اور ماموں نے رونا شروع کر دیا، رو رو کر جب خاموشی اختیار کی، تو مجھے کہنے لگے کہ گھر چلو۔ میں نے کہا اب تو میں گھر نہیں جاسکتا۔ انہوں نے بار بار اصرار کیا، میں نے الحمدللہ بار بار انکار کیا۔ جب وہ مایوس ہوگئے تب تک نماز عصر کا وقت ہوگیا۔ مولانا داؤد غزنویؒ نماز پڑھانے کیلئے اپنے مکان سے نیچے اترے تو میری والدہ نے جھٹ جا کر اپنا سر مولانا داؤد غزنویؒ کے پاؤں میں رکھدیا۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ گئے انہوں نے فرمایا کیا بات ہے؟ والدہ نے عرض کیا کہ حضرت! میرا لڑکا آپ کے پاس آ گیا ہے آپ اسے گھر جانے کی اجازت دیجئے۔

مولانا نے میرے نزدیک بہت ہی دل آزار الفاظ فرمائے۔ فرمایا مائی اس مسجد کے دو دروازے ہیں جس دروازے چاہے چلا جائے ہم نہیں روکتے۔

مولانا کے ان الفاظ نے اور اس جواب نے میرے دل پر بہت برا اثر ڈالا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے بہت کچھ دکھا دیا تھا۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ مولانا صاحب نے اگر اپنی مسجد میں نہ رہنے دیا تو میں کسی اور مسجد میں چلا جاؤں گا۔ لیکن ان کے ساتھ گھر نہیں جاؤں گا۔ مولانا پھر میری طرف مخاطب ہوئے اور میرا نام لیکر کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہی تو جانے دیتے ہیں، جبکہ میں قلعہ گوجر سنگھ کی طرف منہ نہیں کرنا چاہتا۔

یہ تھا میرا پہلا امتحان جس میں الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائیں۔ اگر میں یہ خیال کرتا کہ یہ مسلمان ہیں جن کے پاس میں سب کچھ چھوڑ کر آیا ہوں اور اسلام قبول کیا، انہوں نے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ اور میرے اسلام میں آنے کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ یہ کہا کہ مسجد کے دو دروازے ہیں جس دروازے سے چاہے چلا جائے۔ میں اس بات کو دل میں رکھ کر ان کے ساتھ چلا جاتا تو میری آخرت کا بیڑا غرق ہو جاتا۔ لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے شیطان کا کوئی حربہ نہیں چلنے دیا اور مجھے ثابت قدم رکھا۔

شام کو نماز کے بعد مولانا نے درس دیا تو درس میں میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج تو تم کامیاب ہوگئے۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اب جب انہیں پتہ چل گیا تو والدہ اور دیگر رشتہ داروں کے آنے کا تانتا بندھ گیا۔ کبھی چچا آ رہے ہیں کبھی پھوپھیاں، کبھی کوئی رشتہ دار کبھی کوئی رشتہ دار۔ مجھے موچی دروازہ لاہور کے باہر جو باغیچے ہیں ان میں لے جاتے، اور مجھے سمجھاتے آخر میں نہ مانتا تو ناامید ہو کر چلے جاتے کئی ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اب سب نے بیٹھ کر مشورہ کیا کہ کیوں نہ ہم لاہور کے کسی بڑے پنڈت کے پاس اس کو لے چلیں شاید کہ اس کے سمجھانے سے یہ سیدھا ہو جائے اور مان جائے۔

اس مہم کو سر کرنے کیلئے انہوں نے گوالمنڈی سے ایک بہت بڑے تعلیم یافتہ، جہاندیدہ، کسی کالج میں پروفیسر جو کانگریس کا بھی بہت بڑا لیڈر تھا کو تجویز کیا۔ اب والدہ صاحبہ اور ماموں جان آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تجھے ایک بہت بڑے پنڈت کے پاس لیکر جانا ہے۔ میں والدہ کی ملاقات جو عام معاملے میں ہوتی تھی انکار نہیں کرتا تھا، میں نے جواب دیا جہاں بھی لے جانا چاہو لے چلے۔ ان نوازشات اور انعامات کی جو اسلام لانے سے پیشتر اور بعد از اسلام آئے دن ہوتے رہتے تھے اور ان کا تسلسل جاری تھا میرے دل میں الحمدللہ ذرہ بھر کھٹکا نہیں ہوتا تھا کہ ان کے کفر کا جادو میرے اوپر چل سکتا ہے۔

آخر وہ مجھے لے گئے میں نے وہاں جا کر

دیکھا کہ ایک پنڈت صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ، کرسیاں لگی ہوئی ہیں وہاں جا کر سامنے کی کرسی پر میں بیٹھ گیا اور بائیں طرف دونوں کرسیوں پر والدہ صاحبہ اور ماموں صاحب بیٹھ گئے۔ والدہ صاحبہ نے بیٹھتے ہی رونا شروع کر دیا۔ اب پنڈت بولا دیکھو عزیز تمہاری والدہ کتنی پریشان ہیں تم اس خیال کو چھوڑ دو واپس گھر جاؤ اور یہ بھی کہا میں نے تو بڑے بڑے حافظوں کو ہندو کر لیا ہے چلو میں تمہیں دکھاؤں۔ میں نے کہا میں تو ان کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا۔ پھر بولے کہ مجھے دو گھنٹہ روزانہ ایک ہفتہ وقت دو میں تمہیں سمجھاؤں۔ الحمدللہ میں نے جواب دیا کہ آپ مجھے ایک ہفتہ ٹائم کہتے ہیں اگر سو سال بھی ٹائم لو تو انشاء اللہ یہاں رتی برابر بھی اثر نہیں ہوسکتا۔ جو دن رات اسلام کے نور سے کھیلتا ہو اور نئے نئے عجائبات دیکھتا ہو وہ کیسے معاذ اللہ کفر کو پسند کرے گا۔

پھر پنڈت صاحب مجھے علیحدہ کمرے میں لے گئے کہنے لگے کہ اگر تمہیں روپے پیسے کی ضرورت ہے تو بتاؤ، اگر شادی کی ضرورت ہے تو ہم شادی کرا دیتے ہیں۔ الحمدللہ میں نے جواب دیا کہ اگر مجھے روپے پیسے کی خواہش ہوتی تو اپنا گھر نہ چھوڑتا۔ رہی شادی تو یہ میرے اپنے کہتے ہیں جو بھی لڑکی پسند کرو ہم تمہیں لے دیں گے۔ ایک یہ خیال چھوڑ دو۔ جب میں نے پنڈت کے دونوں پھسلانے والے اور گمراہ کن حربوں کا الحمدللہ دوٹوک جواب دیا تو پھر وہ مجھے باہر لے آئے۔ میرے ماموں صاحب اور والدہ صاحبہ کو جواب دے دیا۔ یہ لڑکا مجھ سے ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ اس حربہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے ثابت قدم رکھا۔ اب میری والدہ صاحبہ اور ماموں جان اور میں خود دوکان سے باہر آ گئے۔ جب وہ یہاں سے مایوس ہوئے تو میری والدہ نے کہا کہ یہ جو گھڑی تم نے ہاتھ میں باندھی ہوئی ہے تم یہ گھر سے لائے ہو یہ مجھے اتار دو۔ میں نے فوراً اتار دی۔ دوسرا والدہ نے یہ کہا یہ فلاں 7 مرلہ کا پلاٹ جس کی رجسٹری تمہارے نام ہے، اشٹام فروش کے پاس جا کر اشٹام پر ماموں جان کے نام لکھ دو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ احاطہ بھی ماموں کو لکھ دیا۔ دل میں ذرا بھی ملال نہیں بلکہ خوشی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت کچھ دیا اور اب اللہ تعالیٰ اور بہت کچھ دے گا۔ ان کی اس ناکامی کے بعد بھی والدہ محترمہ دور دراز علاقوں سے مجھے سمجھانے کیلئے رشتے داروں کو اطلاع کر دیتیں۔ پھر وہ بھی آتے اور مجھے واپس آنے کیلئے سمجھاتے رہتے۔ جب بھی والدہ صاحبہ آتیں، جہاں وہ فرماتیں کہ آج تمہیں وہاں لے جانا ہے، میں بھی والدہ کی بات کا انکار نہ کرتا۔ جہاں وہ فرماتیں وہاں چلا جاتا۔

ایک دن سب نے مل کر اسکیم سوچی کہ اس کے بھائی کو بلائیں۔ ہم دو بھائی تھے، وہ مجھ سے بڑے تھے۔ لیکن طاقتور اور جوان، وہ مار کٹائی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اس کو بھی بلوایا اور باقی بھی تقریباً ساری برادری کو جمع کیا۔ میرے پاس والدہ صاحبہ کو بھیج دیا کہ وہ مجھے بلا لائیں۔ چنانچہ والدہ محترمہ میرے پاس پہنچ گئیں اور مجھے کہا کہ تم کو قلعہ گوجر سنگھ بلایا ہے۔ میں چونکہ والدہ صاحبہ کی بات اور دل شکنی نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی مجھے الحمدللہ ڈر تھا کہ ان کا کوئی حربہ میرے نظریئے کے خلاف کارگر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حسب پروگرام بھائی صاحب اور تمام برادری کو جمع کیا۔ اتنے میں، میں اور والدہ صاحبہ بھی وہاں پہنچ گئے۔

محترم بزرگوار حضرت مولانا داؤد غزنویؒ نے مجھ سے پوچھا بھی کہ کہاں جا رہے ہو، میں نے عرض کیا کہ قلعہ گوجر سنگھ میں اپنے گھر کے قریب جا رہا ہوں۔ والدہ صاحبہ آئی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ تمہیں کچھ رشتہ دار بلا رہے ہیں۔ محترم مولانا صاحب نے فرمایا کہ دیکھنا وہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ کریں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ میں والدہ صاحبہ کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا جہاں انہوں نے حسب پروگرام میرے بڑے حقیقی بھائی صاحب اور دیگر برادری کو جمع کیا ہوا تھا پہلے تو انہوں نے مجھے قلعہ گوجر سنگھ لاہور کے باہر چھوٹی سے جگہ ہے وہاں ٹھہرنے کو کہا، میں وہاں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھنے کے بعد میرے پاس ایک مسلمان شاہ صاحب آ گئے۔ مجھے کہنے لگے تو نے یہ اچھا نہیں کیا۔ دیکھو تمہاری والدہ صاحبہ کتنی پریشان ہیں وہ ابھی یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ میرے بھائی صاحب آ گئے اور دیکھتے ہی مجھے داڑھی کی وجہ سے کہنے لگے۔

واہ مولوی صاحب (پہلے کفر کی حالت میں داڑھی منڈواتا تھا، اب جو مسجد میں گیا تو ایک صاحب نے کہا کہ جس پیغمبر ﷺ پر تم ایمان لائے ہو اس کی سنت داڑھی رکھنا ہے اتنا کہا تھا کہ میں نے الحمدللہ فوراً داڑھی رکھنے کا ارادہ کر لیا تھا اور رکھ لی اس دوران تقریباً سات آٹھ ماہ مسجد چینیانوالی میں گزارے جسمیں محترم قاری فضل کریم صاحب سے عرصہ پانچ ماہ میں قاعدے سے لیکر والناس تک قرآن مجید پڑھا اور ختم کر لیا۔ محترم قاری صاحب سے یہ اجازت بھی مل گئی اب تم پڑھا بھی سکتے ہو۔ باقی نماز اور نماز کا ترجمہ اور کچھ موقع محل کی ضروری دعائیں مثلاً فرض نماز کے بعد کے وظائف، دعا جنازہ وغیرہ) آخر والدہ محترمہ کے کہنے پر میں قلعہ گوجر سنگھ پہنچا اور تھوڑی دیر بعد محترمہ والدہ صاحبہ بھی آ گئیں اور مجھے کہا۔ چلو اپنے ماموں کی دکان پر۔ میں حسب ارشاد دکان پر پہنچا۔ دیکھا تو ماموں اور بھائی صاحب دونوں بیٹھے ہوئے ہیں اور باقی برادری نزدیک والی گلی میں اکٹھی ہوئی ہے اور میرے آنے کے منتظر ہیں۔ میں ابھی بیٹھا ہی تھا کہ ماموں صاحب کہنے لگے کہ بیٹے تم نے مسلمان

ہو کر ہماری ناک ہی کاٹ دی۔ اس سے بہتر تھا کہ کوئی ڈاکہ مار لیتے، چوری کرتے یا کوئی اور جرم کر لیتے ہم تمہاری مدد بھی کرتے لیکن یہ جرم تو نہ کرتے۔ اب بھی میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو چاہو کھاؤ پیو عیش کرو لیکن یہ کام یعنی اسلام چھوڑ دو۔

میں نے کہا ماموں صاحب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہاتھ دیئے ہوئے ہیں میں انشاء اللہ خود کماؤں گا، مجھے اس عیش کی ضرورت نہیں۔ میرے بھائی صاحب کو مرگی کی بیماری تھی کہنے لگے۔ دعا کرو میری یہ بیماری چلی جائے میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا مجھ سے سچا وعدہ کرلو اگر بیماری چلی گئی تو تم مسلمان ہو جاؤ گے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ ان شاء اللہ جس رب العزت نے مجھ پر اسلام جیسا عظیم انعام فرمایا ہے وہ ان شاء اللہ میری عزت بھی رکھے گا۔ یقین اتنا پختہ تھا کہ یہ ایک دفعہ مجھ سے وعدہ کرلے میں نے جونہی سر در بار الٰہی میں رکھا یہ خالی نہیں آئے گا۔ (لیکن وہ پھر بدل گئے اور اپنے وعدے پر قائم نہ رہے) پھر وہ مجھے وہاں سے لے گئے جہاں تمام برادری جمع تھی، ایک امتحان تھا۔ برادری ساری جمع ہے سب مجھے سمجھا رہے ہیں مجبور کر رہے ہیں، اور ماموں بھی لالچ دے رہے ہیں۔ ایک طرف برادری سمجھا رہی ہے اور ساتھ ہی والدہ صاحبہ رو رہی ہیں، میرے بھائی جو برادری میں سب سے زیادہ جابر تھے اس نے ہاتھ جوڑ کر میرے پاؤں پر سر رکھ دیا اور کہتا ہے کہ (من رب دا واسطہ ای اک ایہہ کم چھڈ دے) الحمدللہ میں کہہ رہا ہوں کہ میں نے یہ کام نہیں چھوڑنا۔ ادھر سے ایک مسلمان گزرتا ہے وہ بھی مجھے مذاق کرتا ہے صرف میرے ماموں کو خوش کرنے کیلئے کیونکہ وہ بہت مالدار تھے۔ اکثر مسلمانوں کو سود پر قرضے دے رکھے تھے۔ اس کا میرے دل پر یہ اثر ہوا کہ میں نے سمجھا کہ یہ جاہل ہے اور خود اسلام سے بے بہرہ ہے۔ الحمدللہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی تھی ورنہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ جس مذہب کو میں قبول کر رہا ہوں اس کے نام لیوا تو مجھے مذاق کر رہے ہیں۔ ان کا تو حق تھا کہ یہ ایسے نازک موقعہ پر میری مدد کرتے اور میری حوصلہ افزائی کرتے۔ دوسری طرف بار بار برادری مجبور کر رہی ہے اور سر پر بانہیں رکھی ہوئی ہیں۔ جب مجھے بہت مجبور کیا گیا تو اللہ کی مہربانی سے میں نے حتمی جواب دے دیا کہ بھائی ایک دفعہ کہو یا سو دفعہ میں نے یہ کام نہیں چھوڑنا۔

اتنا کہنا تھا کہ انہیں غصہ چڑھ گیا۔ کہنے لگے کہ پھر مجھے جانتے ہو میں نے کہا میں جانتا ہوں۔ اب انہوں نے رول نکالا (وہ اکثر اپنے پاس رول اور چاقو رکھا کرتے تھے اور لڑائی لینے میں بڑے ماہر تھے) اور مجھ پر برسانے لگے۔ گتھم گتھا ہونے کے دوران میرے کپڑے بھی پھٹ گئے۔ والدہ بیچاری یہ ماجرہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئی اور ان کے دل کو کچھ ہوتا کہ اتنی مار پڑ رہی ہے۔ اب برادری نے آگے آکر بھائی کو پکڑ لیا اور مجھے چھوڑ دیا۔

اب میں آپ کو قدرت کا ایک کرشمہ بتاتا ہوں کہ ڈنڈے تو میرے جسم پر پڑ رہے ہیں اور دیکھنے والوں کو نظر آرہے ہیں۔ لیکن خدا کی قسم مجھے کوئی پتہ نہیں کہ کس کو پڑ رہے ہیں نہ کوئی دکھ، نہ کوئی درد، یہ کرشمہ دیکھ کر میرا ایمان اور بھی بڑھ گیا۔ خیر اٹھ کھڑا ہونے کے بعد میں جلدی سے کچھ فاصلے پر ایک مسجد تھی وہاں چلا گیا۔ اس خیال سے کہ کہیں ہندو مسلم فساد نہ ہو جائے اور لوگ کہتے کہ ایک مسلم نے مروا دیا۔ کیونکہ سارے مسلمان ایک سے نہیں ہوتے۔ کچھ اسلام پر جان قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ ہوا بھی تقریباً ایسے ہی، بعد میں میں نے سنا کہ کچھ لوگ میرے پیچھے کپڑے لیکر دوڑے اور مجھے تلاش کرتے رہے لیکن میں انہیں نہ ملا۔ واپس اپنی مسجد میں تو میں چلا گیا لیکن کچھ مولانا سید داؤد غزنویؒ کی اس بات کی وجہ سے پشیمانی ہوئی کہ کہیں مولانا نے میرے پھٹے کپڑے دیکھ لئے تو مجھے شرمندہ کریں گے اور کہیں گے کہ میں نے تجھے کہا تھا کہ کہیں وہ تمہارے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ دعا کی کہ یا باری تعالیٰ مولانا صاحب کے سامنے بھی عزت رکھنا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ، اللہ تعالیٰ نے عزت رکھی اپنی مسجد میں پہنچنے پر مجھے کسی نے بھی نہ دیکھا۔ فوراً میں اپنے کمرے میں گیا اور دوسرے کپڑے بدل کر لڑکوں میں آبیٹھا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے شرمندگی سے بھی مجھے محفوظ رکھا۔

کچھ اور ایمان افروز واقعات بھی آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، یہ تمام واقعات میرے مسلمان ہونے کے بعد کے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد میں ایک دفعہ والدہ صاحبہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے غصہ میں آکر بددعا دی کہ تو مسلمان ہو گیا ہے تجھے کوڑھ نکلنا ہے۔ میں نے دل میں سوچا آخر ان کا دل دکھا ہے انہوں نے بددعا دی ہے کونسا اپنی مرضی سے مسلمان ہوا ہوں اور میں نے کون سی اپنے رب کی نافرمانی کی ہے۔ مجھے یہ مان کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے سوا کون سی ایسی ہستی ہے جس پر کما حقہ مان کیا جا سکے۔ خیر وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ پانچ چھ سال گزر گئے۔ میرے جسم پر موہکے نکلنے شروع ہو گئے اور ایسے نکلے کہ جسم کے کئی حصوں پر نکل آئے۔ اب تو مجھے فکر لاحق ہوگئی کہ ایک موہکا نہیں، چہ جائیکہ یکے بعد دیگرے کتنی مقدار میں موہکے نکل آئے ہیں۔ میں نے ایک ڈاکٹر صاحب سے دوائی بھی لی۔ ایک دو دن کھائی لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی۔ ایک دن مسجد میں بیٹھ گیا اور دل کھول کر دعا کی۔ یقین اتنا تھا کہ ان شاء اللہ بھی قبول ہو جائے گی۔

اب میں آپ کو سناتا ہوں کہ میں نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یا باری تعالیٰ میرا ایمان ہے کہ تو بھی سچا ہے اور تیرا رسول ﷺ بھی سچا، تیری کتاب بھی سچی، تیرا دین بھی سچا، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ ایک بیماری ہے لیکن میرے مولیٰ میری والدہ نے مجھے بددعا دی تھی کہ تجھے کوڑ نکلنا ہے یا باری تعالیٰ مجھے میری والدہ سے شرمندہ نہ کروانا۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ دوسرے دن ہی موہکے سکڑنے شروع ہو گئے اور تیسرے چوتھے روز سارے جسم سے جھڑ گئے۔ الحمدللہ، الحمدللہ، الحمدللہ